ڈاکٹر اسرار احمد کولاچی
پروگرام منیجر
ریڈیو پاکستان، اسلام آباد

تہذیب، تاریخ و ثقافتی عناصر کا سفر ناموں میں اظہار

HOW THE ELEMNTS SUCH AS HISTORY, CIVILISATION AND CULTURE HAVE BEEN TREATD IN TRAVELOGUES.

Abstract:

Impact of tavelling is too much upon the human beings, in history,civilisation and culture. Man has been in travelling from the very beginning. The exodus of Hazrat Adam(AS), from paradise to earth was probably first journey of the human being. Although this shifting to earth was due to some misunderstanding or sin. Since then man has been travelling from place to place. Travelling is also ordained in Surah Anaam, verse- 11, which says, "Take to the road and see the result of those who lie". By travelling one gets guidance and experience, thus culture and civilisation developed gradually and slowly by the experiences shared by predecessors in different ways from time to time. With the passage of time men learnt to write and the facts were written on different things. Then paper was prepared to write on.

After long span of time history, civilisation and culture had been written in the shape of diary, letters and safarnama (Travelogues). In this paper it has been pin pointed that how could be presented civilisation, culture and history in travelogues by the literary figures. Travelogues are catchy branch of literature and many readers are fond of this branch of literature.

Key Words: Hazrat Adam(AS), Surah Anaam, safarnama, Civilisation

ارتقائے آفرینش سے طویل عرصے تک کائنات میں بخارات پائے جاتے تھے رفتہ رفتہ ارتقائی عمل سے گذرتے ہوئے، روئے ارض پانی کے ایک تہائی حصے پر نمودار ہوئی۔ انسان کے خمیر میں ارضی عنصر کے ساتھ ساتھ چند دوسرے عناصر سے مربوط صورت انسانی کی تشکیل کو عرش سے فرش تک سفر کی وساطت سے زمین پر اتارا گیا۔ گویا کہ انسان کی اپنی زندگی کی ابتدا ہی سفر سے وجود پزیر ہوتی ہے۔ بعدازاں، انسانی زندگی سے کائنات کا سفر رواں دواں ہوا۔ زندگی کے گوناں گوں مسائل سے معاملہ فہمی اور تغیر کی فطری جبلت کو بروئے کار لاتے ہوئے حیات انسانی ارتقائی عمل سے گذرتے ہوئے تبدیل سے تبدیل تر ہوتی گئی۔ کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، موسموں کے تھپیڑوں، عجیب الخلقت مخلوق کا سامنا، خطرناک جنگلوں میں بستے بساتے اپنے سمیت عزیز واقارب، دوست واحباب کے تحفظ کا رجحان ذہنوں کے الواح پر کندہ ہوتا گیا۔

اس نوع کی انسانی محنت اور جدتوں سے مدتوں اور سالوں کے اسفار پر محیط جہد مسلسل کی مدد سے منظم اور مستقل معاشرے کی داغ بیل پڑی۔ طویل اوقات پر مبسوط لوگوں کا جمِ غفیر مشاکل اور کٹھن حیات کی پگڈنڈیوں سے بل کھاتی زندگی کو سہل وآسان اور منظم انداز سے بسر کرنے کی طرف مائل بہ سفر ہوا۔ پانی کے بہاؤ کی مانند انسان اپنے لیے رہ گزر پانے کے ساتھ ساتھ پر بہار اور پر کشش خوشحالی کی جانب گامزن راستہ اختیار کرتا چلا گیا۔ یہی راستہ اسی سج دھج اور نکھار واوقاتِ کار کی بھیڑ چال کے بعد تہذیب وتمدن کے نام سے دنیا میں اپنی پہچان حاصل کرنے لگا۔ تہذیب کے عنوان سے چند خیالات کچھ اس طرح بیان کیے گے ہیں۔ سبط حسن ماضی کے مزار میں، تہذیب وتمدن کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ہر تہذیب اپنے تمدن کی پیش رو ہوتی ہے۔ تہذیب کے لئے شہر، دیہات، صحرا اور کوہستان کی کوئی قید نہیں۔ کیونکہ تہذیب معاشرے کی اجتماعی تخلیقات، اور اقدار کا نچوڑ ہوتی ہے۔ اسی لئے تہذیب کے آثار ہر معاشرے میں ملتے ہیں۔ خواہ وہ غاروں میں رہنے والے نیم وحشی قبیلوں کا معاشرہ ہو یا صحراؤں میں مارے مارے پھرنے والے خانہ بدوشوں کا معاشرہ ہو چنانچہ تہذیب اس زمانے میں بھی موجود تھی جب انسان پتھر کے آلات واوزار استعمال کرتا تھا اور جنگلی پھلوں اور جنگلی جانوروں کے شکار پر زندگی بسر کرتا تھا۔ (۱)

تہذیب و تمدن کے لیے چند عناصر کو جزوِ لاینفک کی حیثیت حاصل ہے اُن کو اس انداز میں پیش کیا جاتا ہے، طبعی حالات، آلات واوزار، نظام فکر واحساس اور سماجی اقدار وغیرہ۔

تخلیقِ ارض وسما کے عناصر انسانی زندگی میں از خود شامل ہیں، اس کے ساتھ ساتھ انسان تہذیبی مراحل میں بھی عمل پیرا تھا چوں کہ ہر چار عناصر کا انسان کے ساتھ متصل ہونا فطری روش کے بالکل عین مطابق ہے۔ انسان کے لیے، دنیا، معاشرہ اور تہذیب کے ساتھ ساتھ سفر بھی سرشت انسانی میں رواں دواں دکھائی دیتا ہے۔ نمودِ جہاں سے ہی زندگی کے کارزار میں آنا جانا (سفر) کا آغاز بھی ہوا، گو کہ اولین سفر ہے چرخ کہن سے باغِ عدن تک بر عکس اس کے سفر ثانی ہے باغِ جنت سے کرہِ ارض تک۔ انسانی سرشت میں سماجی اور تہذیبی زندگی کے ساتھ سفر بھی تہذیب یا سماج کے اٹل حقائق میں سے ایک ہے۔

تاریخ کا مضمون نہ صرف حوادث دنیا کی طرف متوجہ کرتا ہے بلکہ اس میں نقد و تنقید کا عنصر بھی پنہاں ہوتا ہے۔ تاریخ کو زندگی اور کائنات سے علیحدہ رکھنا ممکنات میں سے نہیں ہے اور نہ ہی تاریخ سے کچھ بعید ہو سکتا ہے۔ آنے والے زمانوں کو، تاریخ کے بغیر سمجھنا، اور اس کے بغیر متعلقہ معلومات کا حصول کیوں کر ہو سکتا ہے۔ تاریخ کی عدم موجودگی سے مستقبل کو کیسے بہتر بنانے کا خیال پیدا ہوتا؟ ان بنیادوں پر تاریخ جیسا موضوع سخن تحریری یا صدری صورت میں ہمیشہ منتقل ہوتا رہا۔ باری علیگ اپنی کتاب تاریخ کیا ہے میں آسولڈ شپنگلر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> وہ شاعری، ڈرامہ، دینیات، موسیقی، سنگتراشی، مصوری، نفسیات، معاشیات، سیاسیات، فنون حرب اور تاریخ پر مساوی طور پر حاوی ہے، اس کے نزدیک الحاد، مواشی سامراج اور اشتراکیت ایک ہی کل کے اجزا ہیں۔ وہ یہ دعویٰ بھی کرتا ہے کہ ہم ماضی کے مطالعہ سے مستقبل کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ (۲)

زیر نظر مقالے کا بنیادی مدعا و مقصد یہی ہے کہ انسان کی حیات سفر سے شروع ہوتی ہے ان وجوہات کی بنا پر انسانی تاریخ و تہذیب کے عناصر کو سفر ناموں میں دیکھا جائے کہ ان حقائق کو مجموعی طور پر سفر نامہ نگار اپنی تحریروں میں کیسے پیش کرتے ہیں۔ مطالعہ کا بنیادی نقطہ یہی ہے کہ، تاریخ، تہذیب اور ثقافتی عوامل کے بیان کے لیے سفر نامہ کس قدر اہمیت کی حامل صنف ہے دوسرے لفظوں میں کہنا بیجا نہ ہو گا کہ سفر نامہ ایک ایسی تحریر ہوتی

ہے، جس میں مصنف اپنی زندگی میں پیش آمدہ اسفار کے دوران پیش آنے والے حوادث، حالات و واقعات صفحۂ قرطاس پر روشنائی کی وساطت سے تحریر کرتا ہے۔ بظاہر تو مصنف اپنے متعلق تحریر کر رہا ہوتا ہے لیکن دانستہ یا نادانستہ وہ اُس وقت، سماج و معاشرے کے ماحول، معاشی، سماجی، معاشرتی، ثقافتی، سیاسی اور تاریخی پس منظر، اور اپنے سامنے ہونے والے واقعات کی منظر کشی کر رہا ہوتا ہے۔

سفر نامہ۔ الزبیر نمبر ۵، ''سفر نامے ''میں، عبدالمجید قریشی، ''سفر نامے۔ ایک اجمالی تبصرہ ''میں تحریر کرتے ہیں:

> حضرت آدمؑ کا فردوسِ بریں سے نکل کر سطح ارض تک پہنچنا انسان کا سب سے پہلا سفر تھا۔ آدمؑ نے اپنا یہ سفر کس ذریعہ سے طے کیا اس کی تفصیل نہ تو قران میں کہیں ملتی ہے اور نہ کتب احادیث میں۔(۳)

سفر نامے کے خصائص پر روشنی ڈالتے ہوئے مذکورہ الزبیر مجلے کے ''سفر نامے ''کے خصوصی نمبر ۵ میں حرفِ آغاز میں مدیر کا خیال ہے:

> سفر نامہ ادبیات کی ایک نہایت مفید اور دلچسپ صنف ہے جسے دنیا کی تمام زبانوں میں بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ اس سے نہ صرف دنیا کے تاریخی و جغرافیائی حالات، مذہبی و ثقافتی کوائف اور معاشرتی و تمدنی خصائص کا پتہ چلتا ہے بلکہ قوموں کے جذبۂ ترقی پسندی کو بھڑکا کے اور ان کے ذوقِ اصلاح پذیری کو تیز کرنے میں بھی مدد ملتی ہے۔(۴)

ادبی دنیا کے سبزۂ زار پر متعدد اصناف سخن پر ادب پروروں نے زندگی سے جڑے ہوئے تمام موضوعات کو اپنی قلم کی نوک کے نیچے سے گذارا ہے۔ گو کہ موضوعات متنوع ہیں اور ان پر ہر لکھاری اپنی وسعت قلبی اور اپنے انداز فکر سے اپنا مدعا و مقصد صفحۂ قرطاس پر تحریر کر کے اپنے قاری کے لیے پیش کرتا ہے۔ موضوعات کو اگر شمار میں لایا جائے تو انگنت اصناف سخن ہو جائیں گی۔ اس موقع پر فقط سفر نامہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔

سفر نامہ بھی ادب میں قدیم اصناف سخن میں سے ہے، گو کہ اسے باقاعدہ صنفی درجہ بندی انگریزی ادب سے ملی تاہم یہ کہنے میں بھی کوئی عار نہیں ہے کہ جب سے تحریر رواج پذیر ہوئی تو کسی نہ کسی شکل میں سفر نامہ کے نمونے موجود رہے ہیں۔ ادب اردو میں سفر نامہ کی کڑیاں ڈھونڈتے ہیں تو کم و بیش ایک صدی سے زیادہ

عرصے پر محیط ہیں۔ سفر نامہ کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے اردو ادب کے معروف نام شفیع عقیل اپنے سفر نامے کے ابتدائیے میں رقم کرتے ہیں۔

> اب تک کی تحقیق کے مطابق سب سے پہلے جس سیاح کا نام ملتا ہے وہ یونانی تھا اور اس کا نام میگا ستھنز بتایا جاتا ہے۔ یہ شخص تین سو سال قبل مسیح مہاراجہ چندر گپت موریہ کے دربار میں یونانی سفیر کی حیثیت سے آیا تھا اور اس نے اس دور میں جو کچھ دیکھا، جن باتوں کا مشاہدہ کیا، اور جن حالات و واقعات سے گذرا وہ تحریر کیے جو اَب تاریخ کا حصہ ہیں۔ اس کے بعد دو چینی سیاحوں کا پتا ملتا ہے جن میں سے ایک فاہیان تھا جو پانچویں صدی عیسوی کے شروع میں راجہ بکرماجیت کے عہد میں آیا تھا۔ دوسرے چینی سیاح کا نام ہیون ٹی سنگ (یا شیانگ) تھا اور یہ ساتویں صدی عیسوی میں راجہ ہریش چندر کے دور میں آیا تھا۔(۵)

سفر نامہ، کے ذیل میں ڈاکٹر انور سدید کی کتاب ''اردو ادب میں سفر نامہ'' کے مقدمے میں رحمٰن مذنب کا خیال ہے:

> تحریری صورت میں اس کی تاریخ کم و بیش ساڑھے تین ہزار سال پرانی ہے۔ دنیا کا سب سے پہلا سفر نامہ اپنی اصل حالت میں آج بھی محفوظ ہے۔ اس کا مواد ساڑھے تین ہزار سال قبل مسیح بھی مصر کے طول وارض میں موجود تھا۔ میرے پاس جو اس کا نسخہ ہے وہ ڈاکٹر سر والس بج کا انگریزی ترجمہ ہے۔(۶)

ہمارے گاؤں اور دیہات کا ایک وقت تھا جب شہروں میں آبادی نے زیادہ رخ نہیں کیا تھا اور دیہات کو رہنے کے لیے اہمیت دی جاتی تھی اور اسی فی صد لوگ گاؤں میں اپنی زندگی معمول کے مطابق بسر کر رہے تھے، اس دور یعنی صدی، ڈیڑھ صدی بیشتر دیہات سے کوئی بندہ بشر کسی بھی کام کاج سے شہر جانے کا قصد کرتا تھا تو مغرب کے بعد عزیز و اقارب ڈیرہ، حجرہ یا اوطاق میں جمع ہوتے کہ شہر جانے والے سے وہاں کے حال واحوال معلوم کیے جائیں کہ شہر کی کیا صورتحال ہے اور شہر میں کیا ہو رہا ہے؟ گویا کہ صدری طور پر سفری روداد سنی جاتی اور حظ حاصل کرنے کی سعی کی جاتی۔ اس امر سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر نامہ زندگی سے مشروط ہے لیکن اس کے لیے وقت کی تقاضا سے مختلف نام دیئے گئے، داستان گوئی، سفر نامہ، حال واحوال اور تحریر کے بعد، روزنامچہ، ڈائری، ان تمام کے بعد صنفی

صورت بنی سفر نامہ۔ اس میں ہر قسم و نوع کی اور ہر علم کی معلومات میسر آتی ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر انور سدید مرقوم ہیں:

> سفر نامہ محض سیاح کے ذوق سفر کو ہی آسودہ نہیں کرتا بلکہ یہ رنگ، نسل، زبان اور عقیدے کے اختلاف کے باوجود ایک ملک کو دوسرے ملک سے اور ایک انسان کو دوسرے انسان سے متعارف کرانے اور ان کے درمیان پُل تعمیر کرنے کا وسیلہ بھی ہے اور اس سے کسی ملک کی جغرافیائی، تاریخی، تہذیبی اور تمدنی، معلومات بھی حاصل ہو سکتی ہے۔(۷)

اردو سفر نامہ، کی روایت بھی کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس صنف کی عمر اردو زبان کی عمر سے شاید ہی کچھ کم ہو۔ عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ جب بھی کوئی علم ہو یا ادب میں نثری یا نظم کی کوئی نئی صنف کی اُٹھان ہوتی ہے تو ہر ترقی پذیر زبان کے ادیب و لکھاری اسے اپنی زبان میں اول اول تو ترجمے کی شکل میں ڈھالنے کی سعی کرتے ہیں ازاں بعد اسی صنف سخن پر اپنی زبان میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ ابتدا میں یقیناً تکنیکی غلطیوں کا احتمال ہوتا ہے لیکن رفتہ رفتہ ان پر قابو پا کر اس صنف کو شستہ بنایا جاتا ہے یہاں تک کے ادب پرور اور قاری انہیں انہماک سے مطالعہ کرتے ہیں۔ مختلف اشکال اور ادوار سے گذرتے ہوئے اردو ادب میں سفر نامے کو فروغ ہوا اور اس کے لکھاری اور قارئین میں اضافہ روز افزوں دیکھنے میں آیا ہے۔ اردو میں سفر نامے کے چلن کی عمر کے بارے اردو علم و ادب کی ایک قدآور شخصیت ڈاکٹر معین الدین عقیل اپنی کتاب اردو کے نادر سفرنامے کے ابتدائیے میں رقم طراز ہیں:

> اردو میں سفر ناموں کی تخلیق کی روایت کا تسلسل دو صدیوں سے جاری ہے جب کہ اردو کے نادر سفر ناموں کی دید و دریافت کی کوششوں کی مدت، شعوری و غیر شعوری، سو سال سے کم نہیں۔ حالیہ چند دہائیوں میں اردو سفر ناموں کی روایت کا مطالعہ ایک خاص دلچسپی اور اہتمام سے ملک و بیرون ملک کے متعدد مصنفین اور محققین کا خاص موضوع بنا ہے اور کئی مبسوط و وقیع مطالعات اس ضمن میں سامنے آچکے ہیں، جن کے باعث اردو سفر ناموں کی روایت اور مطالعات کا موضوع اب تشنہ نہیں رہا۔(۸)

سفر نامے کی صنف بھی مرحلہ وار تبدیلی سے گذرتی رہی، یہاں تک کہ صنفِ مذکور میں بھی اس کی نت نئی کونپلیں پھولتی رہی ہیں۔اس میں موضوعات کے متعدد اضافے ہوئے، مثلاً: ڈائری یا روزنامچے، خطوط میں سفری رُوداد، زیاراتِ مقدسہ کے موضوعات، علمی اسفار کی یادداشتیں، نظمیہ اظہار سفر ناموں کی صنف کی زینت بنتے رہے ہیں۔اس کے علاوہ سفر ناموں کے تراجم بھی لکھنے کا رواج ہو گیا۔ مصنف اس امر کا بہر طور خیال رکھتا ہے کہ معیار اور انداز تخاطب میں انہی لوازمات کو ملحوظ رکھا جائے۔ سفر ناموں میں طنز و مزاح بھی شامل کیا گیا ،چند سفر نامے اس نوع کے بھی قلمبند ہوئے جن میں وہاں کے ماحول کو طنز و مزاح میں ڈھال کر اپنے مساکن سے تشبیہات کا ہنر بھی استعمال میں لایا گیا۔

اردو میں اس صنف نے کم و بیش ایک صدی سے زاہد کا عرصہ گذار لیا ہے، اس دوران متذکرہ بالا صنف نے اعلیٰ پائے کا ادب، اردو سے وابستہ قارئین کے لیے پیش کیا ہے۔ یہ سلسلۂ ادب آج بھی نئی جہتیں تلاش کر رہا ہے۔ اس موقع پر چند ایسے سفر ناموں کا تذکرہ کرنا مقصود ہے جن میں مصنفین سفر نامہ نے اپنے اسفار کی روداد ان موضوعات پر پیش کی ہیں جن میں وہاں کی تاریخی، تہذیبی اور ثقافتی اقدار کی نشاندہی پائی جاتی ہے۔ سفر نامہ نگار جہاں پر بھی سیر و سیاحت کی غرض سے جس ملک یا علاقے کا قصد کرتا ہے، دانستہ یا نادانستہ ہر ثقافتی، تاریخی اور تہذیبی حقائق کی بازیافت کو اپنے قلم سے صفحۂ قرطاس پر لانا فرائضِ منصبی و علمی جانتا ہے۔

الطاف شیخ، سندھی ادب کے معروف سفر نامہ نگار ہیں، اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اردو میں بھی کئی ایک سفر نامے تحریر کیے ہیں۔ انہوں نے اردو میں ایک سفر نامہ بعنوان ''ایران کے دن'' میں ایران کی تہذیبی، تاریخی اور ثقافتی احوال و آثار کا قیمتی سرمایہ پیش کیا ہے۔ ان میں سے چُنیدہ نمونے یہاں پر پیش کیے جاتے ہیں جنہیں مطالعہ کرنے سے واضح ہو گا کہ مذکورہ صنف میں تہذیبی، تاریخی و ثقافتی اقدار کو مصنف اپنے مسحور کن پیرائے میں کیسے پروتا ہے۔

> ساسانی (Sasanid) خاندان کے دور میں ایران کی سلطنت کا نام ایران شہر رکھا گیا۔ ساسانی سلطنت ۲۲۴ء سے ۶۵۱ء تک یعنی تقریباً ساڑھے چار سو سال تک رہی، اس میں قریب ۳۳ بادشاہ ہوئے۔ یونانیوں کے سیلوکی خاندان کی حکومت میں ۱۲ بادشاہ ہوئے اور پارتھی خاندان کے دور میں ۴۲ بادشاہ ہوئے۔ ساسانی خاندان کی ایران پر

تقریباً چار سو سال تک حکومت رہی اس کے کچھ بادشاہوں کے نام آج تک مشہور ہیں اور یہ نام ہمارے ملک میں رہنے والے آتش پرست (Zoroastrian) مذہب کے لوگوں (جنہیں عام طور پر پارسی کہا جاتا ہے) میں عام ہیں جیسے کہ: اردھ شیر، شاہپور، ہرمزد، بہرام، پیروز، خسرؤ وغیرہ۔(۹)

بیان کردہ اقتباس اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ ایران کی تاریخ کی ایک طویل کہانی مختصر پیرائے میں بیان کر دی گئی ہے۔ مذکورہ اقتباس میں چار صدیوں کی تاریخ کو قاری کو ذہن نشین کرانے کے لیے ایک پیرا میں پیش کرنا اہمیت کا حامل ہے۔

عموماً ہر ایک سفر نامہ نویس کا انداز بیان اپنی دلکشی اور انفرادیت کا حامل ہو سکتا ہے، زبان دانی، جملوں کی ساخت و پرداخت میل کھاتی مقصد و مدعا وہی تاریخ، ثقافتی اور تہذیبی اکائیوں کی نشاندہی کرتا ہو گا۔ تینوں عوامل مصنف جانے انجانے میں بیان کرتا ہے۔ یہ امر لازمی نہیں ہے کہ سفر نامہ نگار بیان شدہ عوامل کا محقق ہو، تاریخ دانی میں مہارت رکھتا ہو، یا ثقافتی اکائیوں میں کوئی گہرائی یا گیرائی کا حامل ہو۔ سفر نامے کو تحریر کرنے کے لیے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونا بھی درکار نہیں ہے، اس کے لیے لازم ہے کہ لکھاری اپنے کام میں مستقل مزاج اور شوق کامل رکھتا ہو۔

ایک سفر نامہ بعنوان ''سفر نامہ بن گڑھ ''تحریر رائے رایان آنند رام مخلص ترجمہ و تحقیق سعود الحسن خان، اس کا بنیادی مسودہ فارسی میں تحریر کیا گیا تھا۔ اس میں تاریخ کے ایک پہلو کی نشاندہی کی گئی ہے جو قوم روہیلہ کے حقائق کی وضاحت کر رہی ہے۔ سفر نامہ میں مذکور ہے کہ:

روہیلہ ایک سیاسی گروہ کا نام ہے۔ اس کو افغان قبائل نے شمالی ہندوستان میں دہلی کے مشرقی علاقوں میں قائم کیا۔ لفظ روہیلہ سے مراد ''پہاڑی باشندہ'' ہیں۔ چونکہ روہیلے پٹھان ولایت روہ سے آئے تھے جو دریائے سندھ کے اس پار کا تمام علاقہ ہے جو اب صوبہ سرحد و شمالی بلوچستان (واقع پاکستان) اور افغانستان کے کثیر حصے پر مشتمل ہے لہٰذا، اُن کو روہیلے اور روہیلہ کہا جانے لگا۔ آنند رام مخلص نے بدائع و قائع میں ایک جگہ ان کو افغانی تسلیم کیا ہے۔ جب یہ گروہ مضبوط ہو گیا تو اس میں بہت سے غیر افغان لوگ بھی شامل ہو گئے لیکن ان

غیر افغانوں نے اپنے لئے کبھی بھی لفظ ''روہیلہ '' استعمال نہیں کیا۔ روہیلہ نہ صرف ہندوستانی زبان کا لفظ ہے بلکہ یہ پشتو میں ان ہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔(۱۰)

سیاح جب بھی سفر کا قصد کرتا ہے اس کے مقاصد معین کرتا ہے۔ دراصل سفر نامہ نگار یا سیاح چنیدہ مقام کے بارے میں یقیناً بنیادی معلومات رکھتا ہے لیکن موقع پر جانے سے معلومات کے نت نئے اور پُر مغز راز افشا ہوتے ہیں اور محسوسات کی انوکھی کہکشائیں دریافت ہوتی ہیں، ان محسوسات اور مشاہدات کی بدولت لکھاری انہیں اپنی ادبی زبان میں صفحۂ قرطاس پر تحریری صورت میں لاتا ہے۔

ہر شخص اپنا زاویۂ نظر رکھتا ہے بالخصوص ادیب و شعرا کرام اُن مقامات کو منفرد انداز میں دیکھتے اور سوچتے ہیں، یہاں تک کہ تاریخ، تہذیب اور ثقافت کو دلچسپ پیرائے میں اپنے قاری کے آگے پیش کرتے ہیں۔ مشکل ترین مسائل کی دلچسپ اور پر کشش طریقے سے توضیحات کرتے ہیں کہ انجان بھی اس سے آشنا ہو سکے۔

ترکیہ، اسلامی تاریخ و ثقافت کا ایک شاندار پس منظر اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ جغرافیائی رعنائیوں سے بھی بھرپور سرزمین ہے۔ انہی تاریخی، تہذیبی اور ثقافتی اکائیوں کی بنا پر ترکیہ اور استنبول سیاحوں کا مرکز نگاہ رہتے ہیں، جب کہ کبھی کبھار سرکاری عمائدین کو منجانب سرکار مختلف النوع تربیتی اسفار پر بھیجا کرتی ہے، ایسے شاندار مواقع سے بھی تشنگانِ علم و ادب اپنے بہترین اور خوشنما لمحات کو قلم کی نوک سے کاغذ پر دلکش پیرائے میں تحریر کر کے امر بھی کرتا ہے اور قارئین کی دلچسپی کے عنوانات بھی انہیں باہم پہنچاتا رہتا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار اپنی سفری روداد کو، استنبول، ترکیہ۔سفر و حضر، میں اُس کے تاریخی حقائق کو اس طرح پیش کرتے ہیں:

> مارچ، اپریل ۱۹۹۰ء میں میرے قیام ترکیہ کے دوران چناق قلعہ (در دانیال و گیلی پولی) کے محاربہ عظیم کی ڈائمنڈ جوبلی (ویں برسی) منائی گئی اور اس یادگار موقع پر سابق برطانوی وزیر اعظم مارگریٹ تھیچر کے علاوہ فرانس، آسٹریلیا، نیوزیلینڈ کے سربراہان مملکت یہاں آئے۔ حکومت ترکیہ نے میزبانی کے فرائض سرانجام دیئے۔ امید ہے کہ آنے والی صدی کے شروع میں اس تاریخی واقعے کی صد سالہ یادگار منائی جائے گی تو اس طرح متعلقہ ملکوں کے نمائندے اس میں شریک ہوں گے جو پہلی جنگ عظیم میں ایک دوسرے کے حریف

تھے اور اس کے خونریز ترین معرکے میں فریقین نے اپنے جگر کے ٹکڑے جدال و قتال کی خوفناک بھٹی میں جھونک دیئے تھے۔ دفاع کرنے والے ترکوں نے شمع وطن پر پروانہ وار جانیں نثار کر دیں۔ حرب و ضرب کی تاریخ میں دونوں فریقوں کے عزم و ہمت کی داستان ثبت ہو گئی۔ اس تاریخی داستان کی یادگاریں قائم کی گئیں۔ (۱۱)

دورِ جدید میں تمام دنیا کے اندر لاتعداد عجائبات ہیں۔ عوامی سطح پر ان کو دیکھنا تو درکنار ان کے بارے میں جاننا بھی محال محسوس ہوتا ہے۔ سفر نامہ نگار ہی وہ ہستی ہے جو ایسے نوادرارت و ماخذات کے متعلق چھان پھٹک کرتے ہیں اور اپنے تئیں تحقیق کر کے کتابوں کی شکل میں یا اخباروں میں چند اقساط پر مبنی سیریز کی شکل میں منظر عام پر لاتے ہیں اور قارئین کے لیے معلومات افزا مضامین اور کتاب کی صورت میں پیش کیے دیتے ہیں۔ تاریخ، تہذیب اور ثقافتی امتزاج، معلومات اور خوبصورت پیرائے سے لبریز ایک تحریر جسے سفر نامے زندگانی پھر کہاں میں شفیع عقیل نے پرویا ہے، وہ کہتے ہیں:

میں نے کینیڈا کے جتنے شہر اور علاقے دیکھے، ان میں نیاگرا سب سے حسین خطۂ زمین ہے۔ یہاں پہنچ کر قدرت کی صناعی اور حسن کا اندازہ ہوتا ہے اور انسان سوچنے لگتا ہے کہ فطرت میں کس قدر خوبصورتی چھپی ہوئی ہے۔ یہ آبشار دو حصوں میں بٹا ہوا ہے۔ ایک حصہ کینیڈا کی حدود میں آتا ہے جو پہلے پڑتا ہے۔ اس آبشار کا پانی تقریباً ایک سَو اسی فٹ بلندی سے گرتا ہے اور اس کا پاٹ دو ہزار فٹ چوڑا ہے۔ اس سے تھوڑی دور آگے کی طرف آبشار کا دوسرا حصہ جو دریا کے دوسرے کنارے کی طرف ہے اور امریکا کی نیویارک ریاست میں آتا ہے۔ آبشار کے اس حصے کا پانی ایک سو ستر فٹ کی بلندی سے گرتا ہے اور اس کے پاٹ کی چوڑائی ایک ہزار فٹ ہے اس حصے کا پانی دریائے نیاگرا ہی سے آتا ہے مگر وہ کچھ دور پیچھے سے چکر لے کر یہاں تک پہنچتا ہے۔ اس طرح اس کے کٹاؤ سے درمیان میں خود بخود ایک چھوٹا سا جزیرہ بن گیا ہے جسے (Goat Island) کہتے ہیں۔ یہی جزیرہ آبشار کے دونوں حصو ں کو الگ الگ کرتا ہے۔ (۱۲)

سفر نامہ کی صنف نہ صرف سنجیدگی کا تقاضا کرتی ہے بلکہ ادبی اعتبار سے طنز و مزاح کی شکل میں بھی دستیاب ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں بھی اردو ادب میں دوام پایا، قارئین نے ایسے سفر ناموں کو بھی بہت پسند کیا اور ہاتھوں ہاتھ لیا اور پڑھا۔ اس نوع کی تحاریر میں طنز و مزاح ہی نہیں ہے بلکہ تاریخی، تہذیبی اور ثقافتی مظاہر کو شگفتہ انداز میں پیش کیا ہے۔

اس نوعیت کے سفر نامے میں ابنِ انشاء کا نام نمایاں نظر آتا ہے۔ ابنِ انشاء کا سفر نامہ ہے آوارہ گرد کی ڈائری، اس کے توسط سے مصنف نے انوکھے، دلکش و شگفتہ تحریر کی بدولت تاریخی، تہذیبی اور ثقافتی اظہار کو قاری کے ذوق مطالعہ کی نذر کیا ہے۔ اتنے پر کشش پیرائے میں مذکورہ مشکل مضامین کو ڈھالنا انتہائی پُر پیچ و دشوار گذار راستہ ہے تاہم ابنِ انشاء اپنی کتاب میں اس امر کو کر پانے میں کامیاب ہوئے۔ آوارہ گرد کی ڈائری سے اقتباس پیش خدمت ہے:

> مصر کی قدیم تہذیب کا ہم نے بہت شہرہ سنا تھا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ ولادت مسیح سے ہزار دو ہزار سال پہلے تہذیب کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے اہرام بنائے۔ ممیاں بنائیں اور دفن کیں اور نہ جانے کیا کیا۔ برٹش میوزیم کے کئی کمروں میں اس تہذیب کے آثار پھیلے ہوئے ہیں جن بادشاہوں اور پروہتوں کے علاوہ ان کی روزمرہ زندگی بھی کھلونوں اور ماڈلوں کی شکل میں دکھائی دیتی ہے۔ سچ یہ کہ ہم تو ذرہ بھر متاثر نہیں ہوئے۔ ان کے تین ہزار سال پہلے کے آلات زراعت دیکھے۔ کوئی کمال نہیں ویسے ہی جیسے آج کل ہم استعمال کرتے ہیں۔ لوہاروں اور بڑھئیوں کے ہتھوڑے اور تیشے بھی ایسے ہی ہیں جو پاکستانی دیہات میں مستعمل ہیں۔ لباس کا بھی زیادہ فرق نہیں۔ زمین سے پانی نکالنے کے طریقے رہٹ اور ڈھینگلی وغیرہ ضرور ہمارے آج کل کے دیہاتی طریقوں سے ذرا بہتر ہیں لیکن ایسا زیادہ تو فرق نہیں کہ اس پر کتابیں لکھیں۔ یا مصر کی کھدائی کرنے والوں نے شاید ہمارا ملک نہیں دیکھا ورنہ انہیں زمین کھودنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ زمین کے اوپر ہی یہ ساری چیزیں اتنی افراط میں مل جاتیں کہ ایک چھوڑ دس میوزیم آباد کر لیں۔ (۱۳)

اردو ادب میں سفر نامے کی صنف میں بہت زیادہ کام دیکھنے میں آتا ہے۔ اس صنف میں کلی طور پر ایک ہی ڈگر سے کام نہیں ہوا بلکہ انواع و اقسام میں تحریریں بکھری ہوئی ملتی ہیں۔ مصنفین کی جماعت ایسی بھی ہے جنہوں اپنے مذہبی اسفار کو بھی سفر نامے کی لڑی میں شامل کرنے کی سعی کی ہے۔ ان تصانیف میں اپنی عباداتی مصروفیات کو اپنی تحریروں میں مذہبی، مقدس مقامات کی تاریخی، ثقافتی اور تہذیبی حقائق اور روایات کو اس انداز سے پیش کیا ہے کہ قارئین اپنے مطالعے میں ان مناظر سے لطف اندوز بھی ہو رہے ہوتے ہیں۔

کتاب کا قاری کتاب کو ایک اچھا دوست سمجھ کر اپنے ذوقِ مطالعہ سے اپنے من کے قریب اور اپنے ساتھ ساتھ محسوس کرتا ہے۔ اس ضمن میں ایک تصنیف ہے پاکستان سے دیارِ حرم تک، اس سفر نامے کے مصنف ہیں نسیم حجازی۔ انہوں نے اپنے سفرِ حجاز کی روداد کو متبرک انداز میں تحریر کرنے کے انداز کا بھرپور نباہ کیا ہے۔ اس سفر نامے میں نسیم حجازی لکھتے ہیں کہ:

> مکہ سے چند میل دور مجھے سڑک سے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹی سی مسجد دکھائی دی۔ میرے استفسار پر چودھری علی اکبر صاحب نے بتایا کہ یہ مقامِ حُدیبیہ ہے جہاں ترکوں نے یہ مسجد تعمیر کی تھی۔ حُدیبیہ کا نام سن کر میرے ذہن پر تاریخِ اسلام کے ایک اہم واقعہ کی یاد تازہ ہو گئی۔ میں موٹر سے اُتر کر اس طرف چل دیا۔ یہ وہ مقدس مقام تھا جہاں صلح حُدیبیہ اور بیعتِ رضوان کے واقعات پیش آئے تھے۔ (۱۴)

اردو میں سفر نامے مختلف تاریخی جہات کے حامل ہیں۔ مختلف اقوام کی تاریخ کو سفر نامہ نگاروں نے اپنے تاریخی شعور کے تناظر میں پرکھنے کی کوشش کی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سبط حسن، ماضی کے مزار (کراچی: ناشر ملک نورانی ۱۹۶۹ء)، ۲۴

۲۔ باری علیگ، تاریخ کیا ہے، (لاہور: مکتبہ اردو، س۔ن)، ۵۸

۳۔ عبدالمجید قریشی، ''سفر نامے۔ ایک اجمالی تبصرہ''، مشمولہ: الزبیر (بہاولپور: ۱۹۶۲ء)، ۱۰

۴۔ عبدالمجید قریشی، ''سفر نامے۔ ایک اجمالی تبصرہ''، مشمولہ: الزبیر (بہاولپور: ۱۹۶۲ء)، ۶

۵۔ شفیع عقیل، زندگانی پھر کہاں (لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۶ء)، ۹

۶۔ انور سدید، اردو ادب میں سفر نامہ(لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، س ن)،۱۱

۷۔ انور سدید، اردو ادب میں سفر نامہ(لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، س ن)،۵۲

۸۔ معین الدین عقیل، سفرنامے۔ایک اجمالی تبصرہ(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)،۹

۹۔ الطاف شیخ،ایران کے دن(کراچی: ویلکم بک پورٹ، ۲۰۱۵ء)،۱۱۹

۱۰۔ رائے رایان آنند رام مخلص، مترجم و محقق: سعود الحسن خان،سفرنامہ بَن گڑھ(لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۴ء)،۲۶

۱۱۔ غلام حسین،استنبول، تُرکیہ ۔ سفر و حضر میں(لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۱ء)، ۲۶۳

۱۲۔ شفیع عقیل،زندگانی پھر کہاں(لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۶ء)،۱۷۴

۱۳۔ ابن انشاء،آوارہ گرد کی ڈائری(کراچی: ویلکم بک پورٹ، ۲۰۰۰ء)،۲۷،۲۶

۱۴۔ نسیم حجازی،پاکستان سے دیارِ حرم تک(لاہور: جہانگیر بکس، س۔ن)،۱۱۴

1. **Sibt-e-Hasan**, *Mazī ke Mazār* (Karachi: Publisher Malik Noorani, 1969), p. 24.
2. **Bari Alig**, *Tārīkh Kyā Hai* (Lahore: Maktabah Urdu, n.d.), p. 58.
(*n.d.* = no date)
3. **Abdul Majeed Qureshi**, "Safarnāme: A Brief Commentary," included in: *Al-Zubair* (Bahawalpur: 1962), p. 10.
4. **Abdul Majeed Qureshi**, "Safarnāme: A Brief Commentary," included in: *Al-Zubair* (Bahawalpur: 1962), p. 6.
5. **Shafi Aqeel**, *Zindagānī Phir Kahān* (Lahore: Book Home, 2006), p. 9.
6. **Anwar Sadeed**, *Urdu Adab Mein Safarnāma* (Lahore: West Pakistan Urdu Academy, n.d.), p. 11.
7. **Anwar Sadeed**, *Urdu Adab Mein Safarnāma* (Lahore: West Pakistan Urdu Academy, n.d.), p. 52.

8. **Moinuddin Aqeel**, *Safarnāme: A Brief Commentary* (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2015), p. 9.
9. **Altaf Sheikh**, *Iran ke Din* (Karachi: Welcome Book Port, 2015), p. 119.
10. **Rai Rayan Anand Ram Mukhlis**, Translator & Researcher: Saud-ul-Hasan Khan, *Safarnāma Ban Garh* (Lahore: Fiction House, 2004), p. 26.
11. **Ghulam Hussain**, *Istanbul, Turkiyah: Safar o Hazr Mein* (Lahore: Al-Faisal Publishers, 2001), p. 263.
12. **Shafi Aqeel**, *Zindagānī Phir Kahān* (Lahore: Book Home, 2006), p. 174.
13. **Ibn-e-Insha**, *Āwārah Gard ki Diary* (Karachi: Welcome Book Port, 2000), pp. 26–27.
14. **Naseem Hijazi**, *Pakistan se Dīyār-e-Haram Tak* (Lahore: Jahangir Books, n.d.), p. 114.

کتابیات

- ابن انشاء، آوارہ گرد کی ڈائری (کراچی: ویلکم بک پورٹ، ۲۰۰۰ء)
- انور سدید، اردو ادب میں سفر نامہ (لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، س ن)
- باری علیگ، تاریخ کیا ہے، (لاہور: مکتبہ اردو، س۔ن)
- رائے رایان آنند رام مخلص، مترجم و محقق: سعود الحسن خان، سفر نامہ بَن گڑھ (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۴ء)
- سبط حسن، ماضی کے مزار (کراچی: ناشر ملک نورانی ۱۹۶۹ء)
- شفیع عقیل، زندگانی پھر کہاں (لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۶ء)
- الطاف شیخ، ایران کے دن (کراچی: ویلکم بک پورٹ، ۲۰۱۵ء)
- عبدالمجید قریشی، ''سفر نامے۔ایک اجمالی تبصرہ'' مشمولہ: الزبیر (بہاولپور: ۱۹۶۲ء)
- غلام حسین، استنبول، تُرکیہ ۔ سفر و حضر میں (لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۱ء)
- معین الدین عقیل، سفر نامے۔ایک اجمالی تبصرہ (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)
- نسیم حجازی، پاکستان سے دیارِ حرم تک (لاہور: جہانگیر بکس، س۔ن)